فَسْئَلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

# فتاویٰ یسئلونک

## آپ کے مسائل کا شرعی حل

رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

جمعۃ المبارک 30 رمضان المبارک 1444 21 اپریل 2023

خصوصی شمارہ
بابت ماہِ رمضان

### اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- صدقہ فطر کی ادائیگی کے لیے جگہ کا معیار
- میت کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی
- غیر مصرف میں ادا کی گئی کئی سالوں کی زکوٰۃ کا حکم
- زکوٰۃ و حج کے حوالے سے مسائل
- غیر حقدار کو مال دینے کے حوالے سے روایت کی تخریج
- شوال میں عمرہ کرنے سے حج کا حکم

### سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

زیر اہتمام: فقہ اکیڈمی کراچی
C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان۔

## صدقہ فطر کی ادائیگی کے لیے جگہ کا معیار

**سوال:** مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ اگر ایک شخص پاکستان میں بیٹھ کر باہر کی کسی کمپنی کو اپنی خدمات پیش کر رہا ہے اور وہ کمپنی اس کے اکاؤنٹ میں ڈالر میں رقم بھیجتی ہے اور وہ اس ڈالر کو پاکستانی روپے میں تبدیل کرواکر خرچ کرتا ہے، تو کیا ایسا شخص پاکستانی کے حساب سے فطرانہ ادا کرے گا یا جس ملک کے لیے خدمات دے رہا ہے اس کے حساب سے؟ رہنمائی فرمادیں۔

**جواب:** صدقہ فطر کی ادائیگی میں اس جگہ کا اعتبار ہوتا ہے جس جگہ صدقہ فطر ادا کرنے والا موجود ہو، لہذا جو شخص پاکستان میں رہتا ہو وہ پاکستان میں اپنے شہر کے اعتبار سے صدقۂ فطر ادا کرے گا۔

"وفي الفطرة مكان المؤدي عند محمد، وهو الأصح، أي لا مكان الرأس الذي يؤدي عنه (قوله: وهو الأصح) بل صرح في النهاية والعناية بأنه ظاهر الرواية كما في الشرنبلالية، وهو المذهب كما في البحر، فكان أولى مما في الفتح من تصحيح قولهما باعتبار مكان المؤدى عنه". ( الدر المختار مع رد المحتار، باب صدقة الفطر:۲/ ۳۵۵)

## میت کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی

**سوال:** میری بھابھی کی ۲۲ رمضان ۲۰۲۰ء کو وفات ہوئی، بھائی کی کوئی آمدن نہ اس وقت تھی نہ اب ہے، اب بڑے بیٹے کی نوکری لگی ہے، ہمیں میت کے صدقہ فطر کا علم نہیں تھا، کیا ان کا بیٹا اب ۲۰۲۰ء کے روزوں کا صدقہ فطر ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

**جواب:** جو شخص عید الفطر کے روز طلوعِ فجر کے وقت زندہ ہو، اور صدقۃ الفطر کے نصاب کا مالک ہو، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر سونا چاندی نقدی یا ضرورت سے زائد سامان اس کی ملکیت میں موجود ہو تو اُس پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ جو شخص عید کے دن سے پہلے فوت ہوجائے اس پر صدقہ فطر ادا کرنا لازم نہیں ہوتا، لہذا آپ کی بھابھی کا چونکہ عید سے پہلے انتقال ہوگیا تھا، اس لیے اگر وہ صدقہ فطر کے نصاب کی مالک تھیں تب بھی ان پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوا تھا، اور اب ان کے بیٹے کو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایصالِ ثواب کے لیے نفلی خیرات کرتے رہیں، تو بہتر ہے۔

"وهي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الأصلية، كذا في الاختيار شرح المختار.-ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر، فمن مات قبل ذلك لم تجب عليه الصدقة" (الفتاوى الهندية، كتاب الصوم، الباب الثامن في صدقة الفطر:۱/۱۹۲)

## غیر مصرف میں ادا کی گئی کئی سالوں کی زکوۃ کا حکم

**سوال:** میں کافی عرصے سے ایک مدرسے میں زکوۃ دیتی ہوں، شوہر کو بھی علم ہے اور ہم مطمئن تھے کہ الحمدللہ زکوۃ ادا ہوگئی ہے۔ ابھی پتہ چلا کہ وہ مدرسے والے زکوۃ نہیں لیتے، نہ کبھی انہوں نے بتایا نہ میں نے، اب کیا میری اتنے عرصے سے دی ہوئی زکوۃ ادا ہوگئی؟ براہ کرم رہنمائی فرمادیں۔

**جواب:** اہل مدارس چونکہ عام طور پر زکوۃ وصول کرتے ہیں اور اپنے پاس موجود مستحق طلبہ پر خرچ کرتے ہیں تو اگر کسی کے کہنے پر کہ یہاں مستحق زکوۃ طلبہ موجود ہیں یا اپنے طور پر آپ نے تحقیق کرکے مدرسے میں زکوۃ جمع کروائی تو آپ کو دوبارہ زکوۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں گزشتہ سالوں کی زکوۃ ادا ہوگئی۔ لیکن اگر آپ نے بغیر کسی تحقیق کے یا بغیر کسی سے پوچھے مدرسے میں زکوۃ دے دی اور مدرسے میں زکوۃ وصول کرکے مستحق طلبہ پر خرچ کرنے کی مد موجود نہیں ہے، وہ صرف عطیات وصول کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں بلا تحقیق غیر مصرف میں خرچ کرنے کی وجہ سے آپ کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔ لہذا گزشتہ سالوں میں جتنی زکوۃ اس مدرسے کو دی ہے، وہ زکوۃ دوبارہ ادا کرنا آپ پر لازم ہوگا۔

«( دفع بتحر ) لمن يظنه مصرفًا ( فبان أنه عبده أو مكاتبه أو حربي ولو مستأمنًا أعادها ) لما مر ( وإن بان غناه أو كونه ذميًا أو أنه أبوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمي لا) يعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه، حتى لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ». (رد المحتار ۳۵۳/۲)

## زکوۃ و حج کے حوالے سے مسائل

**سوال:** مجھے زکوۃ کے حوالے سے دو مسائل معلوم کرنے ہیں، میں نے حال ہی میں ایک پراپرٹی خریدی ہے، جس کے لیے اسلامک بینک سے لون لیا

ہے بطور مشارکہ، اور اپنے رشتے دار سے بھی قرض لیا ہے اور کچھ اپنے پیسے ملا کر گھر خریدا ہے سوال یہ ہے کہ اگر میرے پاس مال ہے تو کیا مجھ پر زکوٰۃ ہوگی؟ اسی طرح میری اہلیہ کے پاس جیولری ہے، تو کیا ان پر زکوٰۃ ہوگی؟ کیوں کہ میں مقروض ہوں۔ اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں۔

**جواب:** ا صورت مسئولہ میں مذکورہ پراپرٹی آپ نے رہائش کی نیت سے خریدی ہے تو اس کی مالیت پر زکوۃ لازم نہیں اور اگر یہ پراپرٹی تجارت کی نیت سے خریدی کہ اس کو فروخت کرکے نفع کمانے کی نیت ہو تو ایسی صورت میں اس کی مالیت پر زکوۃ لازم ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کی ملکیت میں بقدر نصاب سونا چاندی موجود ہے یا سونا، چاندی، مال تجارت، نقد رقم ملا کر اتنی مالیت کا مال موجود ہے کہ اگر اس میں سے تمام قرضوں کو منہا کیا جائے تو بھی بقیہ مال ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہوگا تو ایسی صورت میں آپ پر زکوۃ لازم ہے اور اگر قرضوں کو منہا کرنے کے بعد بقیہ مال ساڑھے باون تولہ چاندی سے کم ہوجائے تو زکوۃ لازم نہیں۔ باقی آپ کی اہلیہ کے پاس جو زیورات ہیں اگر وہ نصاب کے برابر ہیں تو ان پر زکوۃ ہے اور اگر نصاب کے برابر نہیں لیکن سال پورا ہونے پر ضرورت سے زائد نقد رقم کو ملا کر زیورات ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائیں تو آپ کی اہلیہ پر زکوۃ لازم ہوگی۔ صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوۃ کی ادائیگی آپ کی اہلیہ پر لازم ہوگی۔

**سوال:** میری اہلیہ اپنا زیور فروخت کرکے حج پر جانا چاہ رہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب کہ میں بینک اور رشتے دار کا مقروض ہوں تو اس صورتحال میں اگر میں اہلیہ کے خرچے پر حج پر جاؤں گا تو کیا میرا فرض حج قبول ہوجائے گا یا نہیں؟ یا پہلے مجھے قرض ادا کرنا چاہیے اور پھر حج پر جانا چاہیے؟ نیز اس طرح حج کرنے کے بعد اگر آئندہ کبھی میں صاحب استطاعت ہوگیا تو کیا پھر مجھ پر حج کی ادائیگی لازم ہوجائے گی یا ابھی جو بغیر حج فرض ہوئے حج کیا ہے تو اس سے فرضیت ساقط ہوجائے گی، تفصیلی رہنمائی فرمادیں۔

**جواب:** ۲ مسئولہ صورت میں اگرچہ آپ مقروض ہیں لیکن آپ اپنی اہلیہ کے خرچے پر حج کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے اپنی اہلیہ کے خرچے پر حج کرنا جائز ہے اسی حج سے آپ کا فرض حج ادا ہوجائے گا بعد میں صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں دوبارہ حج کرنا لازم نہیں ہوگا۔

(ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه) وقال الشافعي: تجب لتحقق السبب وهو ملک نصاب تام. ولنا أنه مشغول بحاجته الأصلية فاعتبر معدوما كالماء المستحق بالعطش وثياب البذلة والمهنة (وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصابا) لفراغه عن الحاجة الأصلية. (فتح القدير للكمال ابن الهمام، ٢/ ١٦٠، ط: دار الفكر)

ولو حج الفقير ماشياً سقط عنه حجة الإسلام، حتى لو استغنى بعد ذلك لا يلزمه ثانيا.(البناية شرح الهداية (٤/ ١٤٤)

## غیر حقدار کو مال دینے کے حوالے سے روایت کی تخریج

**سوال:** ایک صاحب اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حق دار کو بھی مال دو اور ناحق دار کو بھی مال دو، تو صحابہ کرام نے پوچھا: حق دار کو مال دینا تو سمجھ میں آ گیا مگر ناحق دار کو مال دینا سمجھ میں نہیں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناحق دار کو مال اس لیے دینا ہے تاکہ تمہیں جو ناحق ملا ہوا ہے وہ بند نہ ہوجائے“۔ از راہ کرم یہ رہنمائی فرمادیجیے کہ کیا مذکورہ بالا بات کسی مستند حدیث میں بیان ہوئی ہے یا نہیں؟

**جواب:** ذخیرہ حدیث میں ہمیں بعینہ ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت نہیں ملی البتہ اس روایت کے ہم معنی ایک روایت کتب احادیث میں سے موطا امام مالک میں ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَى الله عَلَيه وَسَلم قَالَ: أَعْطُوا السَّائِلَ وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ. (موطأ مالك رواية أبي مصعب الزهري (٢/ ١٧٥) ترجمہ: زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سائل کو دو اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

اس حدیث کی شرح میں شراح حدیث فرماتے ہیں کہ اس روایت میں امراء کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ وہ ہر مانگنے والے کو اپنی استطاعت کے مطابق کچھ نہ کچھ دے دیں اگرچہ وہ بظاہر مالداری کی حالت میں نظر آرہا ہو۔ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اس میں نفلی صدقات دینے کی ترغیب ہے نہ کہ فرض زکوۃ یا واجب صدقات۔ کیونکہ زکوۃ اور صدقات واجبہ غیر مستحق کو دینا جائز نہیں، اگر لاعلمی میں دے دیئے ہوں مثلاً کوئی شخص اپنے آپ کو مستحق زکوۃ کہے یا کسی کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے اس کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دے دی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غنی یعنی مالدار ہے تو دوبارہ ادائیگی لازم نہیں۔ البتہ نفلی صدقات میں عموم ہے وہ

کسی کو بھی دیے جاسکتے ہیں۔

وروواه ابن عدي في الكامل عن أبي هريرة، ولفظه: « «أعطوا السائل وإن جاء على فرس» » وذكر السيوطي في تعليقه على أبي داود: « وروي أن عيسى - عليه الصلاة والسلام - قال: للسائل حق وإن جاء على فرس مطوق بالفضة » اه قال القاضي - رحمه الله -: « أي لا ترد السائل وإن جاءك على حال يدل على غناه وأحسب أنه لو لم يكن له خلة دعته إلى السؤال لما بذل وجهه » ۔(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٥/ ١٩٩٤)

(أعطوا السائل) الذي يسأل التصدق عليه بصدقة غير مفروضة (وإن) لفظ رواية الموطأ ولو (جاء على فرس) يعني لا تردوه وإن جاء على حالة تدل على غناه كأن كان على فرس فإنه لو لم تدعه الحاجة إلى السؤال لما بذل وجهه۔(فيض القدير (١/ ٥٦٢)

«( دفع بتحر ) لمن يظنه مصرفًا ( فبان أنه عبده أو مكاتبه أو حربي ولو مستأمنًا أعادها ) لما مر ( وإن بان غناه أو كونه ذميًا أو أنه أبوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمي لا) يعيد؛ لأنه أتى بما في وسعه، حتى لو دفع بلا تحر لم يجز إن أخطأ». (رد المحتار ٣٥٣/٢)

## شوال میں عمرہ کرنے سے حج کا حکم

**سوال**: اگر شوال کے مہینے میں عمرہ ادا کیا تو کیا حج فرض ہوجاتا ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

**جواب**: جو شخص اپنا حج فرض پہلے کرچکا ہو اُس پر شوال کے مہینے میں عمرہ کرنے سے دوبارہ حج فرض نہیں ہوتا۔ اور جس شخص پر مالی حیثیت سے حج فرض نہ ہو، وہ اشہرِ حج (یعنی شوال، ذی قعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ) میں عمرہ کے لئے جائے، یا رمضان میں عمرہ کے لئے جائے اور شوال شروع ہونے کے بعد تک وہیں رہے تو اگر اس کے پاس مصارفِ حج، یعنی حج تک قیام وطعام کا خرچ موجود ہو، اور حکومت کی طرف سے حج تک قیام کی اجازت بھی ہو، یا اپنے ملک جاکر دوبارہ حج کے لیے آنے کی استطاعت ہو تو ایسے شخص پر حج فرض ہوجائے گا۔ چوں کہ اس زمانے میں عمرہ زائرین کو حج تک رُکنے کی اجازت نہیں ہوتی، اس لیے شوال میں عمرہ کرنے سے اُن پر حج فرض نہیں ہوگا۔

"ويجوز إحجاج الصرورة، ولكن يجب عليه عند رؤية الكعبة الحج لنفسه، وعليه أن يتوقف إلى عام قابل ويحج لنفسه، أو أن يحج بعد عودة أهله بماله وإن فقيرا، فليحفظ والناس عنها غافلون ،وصرح علي القاري في شرح منسكه الكبير بأنه بوصوله لمكة وجب عليه الحج. اهـ. وفي نهج النجاة لابن حمزة هذه المسألة من كلام حسن فلتراجع.

(أقول) وقد ألف سيدي عبد الغني النابلسي رسالة في ذلك جنح فيها إلى عدم الوجوب، ونقل بعض العلماء أن السيد أحمد بادشاه ألف رسالة في الوجوب والله تعالى أعلم"(العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية:١/١٤)

«وظاهر كلام البدائع بإطلاقه الكراهة ـأي في قوله: يكره إحجاج الصرورة، لأنه تارك فرض الحج۔ يفيد أنه يصير بدخول مكة قادرا على الحج عن نفسه وإن كان وقته مشغولا بالحج عن الآمر ، وهي واقعة الفتوى فليتأمل اهـ. قلت : وقد أفتى بالوجوب مفتي دار السلطنة العلامة أبو السعود ، وتبعه في سكب الأنهر ، وكذا أفتى السيد أحمد بادشاه ، وألف فيه رسالة، وأفتى سيدي عبد الغني النابلسي بخلافه ،وألف فيه رسالة، لأنه في هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه، لأن سفره بمال الآمر فيحرم عن الآمر ويحج عنه، وفي تكليفه بالإقامة بمكة إلى قابل ليحج عن نفسه ويترك عياله ببلده حرج عظيم، وكذا في تكليفه بالعود وهو فقير حرج عظيم أيضا.»(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحج،باب الحج عن الغير:٢/٦٠٤)

ختم شد